ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ۔ یادگارِ اسلاف

ڈاکٹر محمد عبد اللہ*

تاریخ انسانی میں ایسے افراد بہت کم ملیں گے جنہوں نے نقش ہستی پر دوررس اثرات مرتب کئے ہوں۔ بلاشبہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم کا نام ایسے ہی نمایاں افراد میں سے ایک ہے۔ جنہوں نے فکر اسلامی، تاریخ اور علوم وفنون میں وہ کارنامے سرانجام دیئے جوان کو رہتی دنیا تک زندہ رکھنے کے لئے کافی ہوں گے۔ ان کی شخصیت سراپا علم وعمل کا پیکر، تواضع وانکساری کا مجسم اور نرم دمِ گفتگو اور گرم دمِ جستجو، کا نمونہ تھی۔ انہوں نے اپنے سنِ شعور سے لے کر تادم ہوش وحواس اپنی حیاتِ مستعار کو علم وجستجو، میں کھپا دیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ ایسے ہی افراد میں سے تھے جن کے بارے عملاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ "قلم وکاغذ اور کتاب" ہی ان کا اوڑھنا اور بچھونا تھی۔ جس سے علم وتحقیق کے سوتے پھوٹتے رہے اور تقریباً پون صدی تک امتِ مسلمہ کو سیراب کرتے رہے۔ اسلامی دنیا ہی نہیں، ارض انسانی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جہاں ان کی علمی جولانیوں کے اثرات نہ پہنچے ہوں۔

اسلامی دنیا کا یہ عظیم سرمایہ، ملت اسلامیہ کا حقیقی محسن اور علم وتحقیق کا یہ آفتاب سنِ عیسوی ۲۰۰۲ء کے غروب ہونے کے ساتھ ساتھ بالآخر ۱۷دسمبر ۲۰۰۲ء کو امریکہ کی ریاست فلوریڈا میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا (انا للہ و انا الیہ راجعون) ان کے بارے میں بجا طور پر کہا جاسکا ہے **موت العالِم موت العالَم** اور حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ علم دنیا سے اس طرح اٹھے گا کہ اہل علم اٹھا لئے جائیں گے۔ اس عظیم علمی سانحہ پر جتنا بھی صدمہ کیا جائے، کم ہے۔

لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ہم نے اپنے اس عظیم علمی سرمایہ کی کماحقہٗ قدر نہ کی اور اس کے مقام کو حقیقی طور پر نہ پہچانا۔ اگرچہ اس امر میں بھی کلام نہیں کہ وہ شہرت اور نمود ونمائش سے کوسوں دور بھاگتے تھے اور گوشہ گمنامی میں زندگی گزار دی مگر بیسیوں آزاد اسلامی ممالک اور عالمی سطح پر موجود درجنوں علمی تنظیموں

---

* لیکچرار، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

میں سے کس نے ان کی شخصیت و مقام کو پہچانا اور ان کے عظیم علمی کام کو عالمی سطح پر منظم انداز میں پیش کیا۔ ان کی زندگی کے آخری سال کن حالات میں بسر ہوئے اسلامی دنیا کو کوئی خبر نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم بحیثیت ملّت افراد اور ان کے کام کی قدر و قیمت اس کی زندگی میں کرنے کے عادی نہیں۔ اس کے گذر جانے کے بعد اس کی غیر معمولی شخصیت اور عظیم کام کی قدر و قیمت کا ادراک ہوتا ہے یہ ہمارا اجتماعی جرم ہے، بہر حال اس کی تلافی ممکن ہے کہ اب بھی ان کی شخصیت اور ان کے کام کو منظم و مربوط انداز سے سامنے لایا جائے۔ اس موقع پر مناسب ہوگا کہ ان کے مختصر حالات زندگی اور خدمات کا جائزہ پیش کر دیا جائے۔

حالات زندگی

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ (۱۹ فروری ۱۹۰۸ء) کو حیدر آباد دکن کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے اور آپ نے تعلیم و تربیت کے مختلف مراحل بھی اسی سرزمین میں طے کئے جو اس وقت اہل علم کا مرکز اور علومِ اسلامیہ کا گہوارہ تھی۔ چنانچہ اس غرض کے لئے جامعہ عثمانیہ، جو برصغیر کی واحد اردو یونیورسٹی تھی کا رخ کیا۔ اللہ تعالیٰ جن لوگوں سے کوئی خاص کام لینا چاہتا ہے ان کے طور طریقے نرالے ہوتے ہیں۔ جامعہ عثمانیہ کی طالب علمی کے زمانہ میں آپ کے علمی انہماک کا یہ عالم تھا کہ نہ تو آپ کبھی غیر حاضر ہوئے اور نہ جماعت میں دیر سے پہنچے۔ آپ نے جامعہ عثمانیہ سے دینیات میں ایم۔ اے اور فقہ و قانون میں ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ لیکن حصولِ علم کی تشنگی اور تحقیق و جستجو کا ذوق بڑھتا گیا۔ چنانچہ آپ اس ذوق کی تسکین کے لئے ۱۹۳۳ء میں یورپ پہنچے۔ یہاں پر انہوں نے بون (Boun) یونیورسٹی (جرمنی) سے اسلام کے بین الاقوامی قانون پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈی۔ فل کی ڈگری حاصل کی اور سوربون (Sourbonne) یونیورسٹی (پیرس۔ فرانس) سے عہد نبویؐ اور خلافت راشدہ میں اسلامی سفارت کاری پر مقالہ لکھ کر ڈی۔ لٹ (ڈاکٹر آف لیٹرز) کی ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں ڈاکٹر مرحوم وطن واپس آگئے اور جامعہ عثمانیہ میں شعبہ دینیات لازم میں بطور استاذ ان کا تقرر ہوا اور جز وقتی طور پر شعبہ قانون میں بھی پڑھاتے رہے۔ لیکن ڈاکٹر سیادت کے محکمہ عدل میں منتقل ہو جانے کے بعد مستقل طور پر شعبہ قانون میں منتقل ہو گئے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا شمار جامعہ عثمانیہ کے ان چند فرزندوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی علمی تحقیقات سے جامعہ کے نام کو چار چاند لگا دیئے (۱)

تقسیم ہند ۱۹۴۷ء میں، دیگر کئی ریاستوں کی طرح ریاست حیدر آباد دکن کے حکمران بھی ریاست کا الحاق

پاکستان سے کرنا چاہتے تھے۔اس غرض کے لئے نظام حیدرآباد نے ایک وفد تشکیل دیا جس نے اقوام متحدہ میں یہ مسئلہ پیش کرنا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں ریاست کے الحاق کے لئے فرانس جانے والے اس وفد میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم بھی شامل تھے۔ابھی یہ وفد اُدھر ہی تھا کہ ہندوستان نے کمال عیاری سے حیدرآباد دکن پر قبضہ کرلیا۔(۲)

اب حیدرآباد وہ نہ رہا جو کچھ عرصہ قبل تک تھا۔ چنانچہ آپ نے فیصلہ کیا کہ وہ کسی ایسی جگہ سکونت اختیار کریں گے۔ جہاں پوری دل جمعی اور آزادی کے ساتھ خدمت دین کا فریضہ ادا کرسکیں۔ جس کے لئے انہوں نے فرانس کے معروف شہر پیرس کو منتخب فرمایا۔۱۹۸۰ء میں جب وہ بہاول پور میں بسلسلہ خطبات تشریف لائے تو ان سے پیرس میں قیام کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا، چونکہ فرانس یورپ کا زبان کے لحاظ سے بھی اور کلچر کے لحاظ سے بھی مرکز ہے لہٰذا مجھے یہ پسند آیا اور غیر مسلموں تک اسلام کے ابدی پیغام کو پہنچانا ہمارا فریضہ ہے۔ان شاء اللہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ یہاں سے اسلام کی کرنیں یورپ کو خیرہ کریں گی،(۳) (ڈاکٹر مرحوم کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور اسی وقت ان کی مساعی کی بدولت فرانس میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔اور مساجد کی تعداد بھی غیر معمولی ہے۔

علاوہ ازیں انہوں نے پیرس کا انتخاب اس وجہ سے بھی کیا کہ یہاں کتب خانوں کا کوئی شمار نہ تھا۔ جس میں ان کی پسند کی لاکھوں کتب موجود تھیں۔(۴) چنانچہ یورپ منتقل ہو جانے کے بعد یورپ کی جامعات میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ اس سلسلے میں استنبول، انقرہ یونیورسٹی (ترکی)، قاہرہ یونیورسٹی اور کوالالمپور یونیورسٹی میں پچیس سال تک توسیعی خطبات دیئے اور فراس کے نیشنل سینٹر آف سائنٹیفک ریسرچ سے تقریباً بیس سال تک وابستہ رہے۔ یورپ میں ہزاروں افراد نے ان کے دست حق پر اسلام قبول کیا۔انہوں نے دعوت کے متعدد حلقے اور مراکز قائم کئے۔(۵)۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ اور پاکستان

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی اس نوزائیدہ مملکت میں اسلام کا بول بالا دیکھنے کے خواہش مند تھے۔ چنانچہ قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے وزیر اعظم لیاقت علی خان کے ایماء پر کراچی میں کچھ عرصہ قیام کیا اس دوران انہوں نے سید سلیمان ندویؒ اور مفتی محمد شفیعؒ کے ساتھ مل کر اس نئی مملکت کے لئے اسلامی قانون سازی پر کام کیا۔ وہ تعلیمات اسلامیہ بورڈ کے رکن بھی رہے لیکن اسلامی

قانون سازی کے عمل میں مناسب پیش رفت نہ ہونے کی وجہ سے وہ واپس پیرس چلے گئے۔ تاہم وہ گاہے بہ گاہے پاکستان تشریف لاتے رہے۔

1960ء میں پنجاب یونیورسٹی کے اس وقت کے وائس چانسلر نے ڈاکٹر حمید اللہ کو پیش کش کی کہ وہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کی صدارت کی مسند سنبھال کر علمی و تحقیقی کام سرانجام دیں مگر انہوں انتظامی ذمہ داری سنبھالنے سے معذرت کرتے ہوئے علمی تعاون کا یقین دلایا نیز لکھا کہ وہ استنبول یونیورسٹی سے پانچ سال کا معاہدہ کر چکے ہیں لہٰذا وہ آنے سے معذور ہیں۔

سابق صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کی درخواست پر ۱۹۸۰ء میں وہ بہاول پور تشریف لائے ڈاکٹر پروفیسر عبدالقیوم قریشی، جو ان دنوں جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے رئیس الجامعہ تھے، نے ۱۹۷۹ء میں ڈاکٹر مرحوم کو یونیورسٹی میں مسند سیرت (Seerah Chair) کی پیش کش کرتے ہوئے لکھا کہ اگر آپ ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے معارف اسلامیہ کے متعدد شعبہ جات کو اپنی سرپرستی میں منظم کر جائیں اور اپنے جذب وشوق سے ہمارے نوجوانوں کو متاثر کرتے ہوئے ان کے دلوں میں مطالعہ وتحقیق کی ایسی لگن پیدا کر دیں کہ وہ آپ کے علمی کام کو آگے بڑھانے کے قابل ہو جائیں تو یہ آپ کا ہم پر اور ہماری آئندہ نسلوں پر بڑا احسان ہوگا۔ اس پر ڈاکٹر مرحوم نے تحریر فرمایا کہ ملک فرانس کے قوانین، جہاں وہ پناہ گزیں کی حیثیت سے مقیم ہیں پانچ ماہ سے زائد ملک سے باہر رہنے کی اجازت نہیں دیتے اس لیے پاکستان میں طویل قیام ممکن نہیں۔ البتہ سیرت پاک پر مہینے پندرہ دن کا سلسلہ تقاریر یا سلسلہ درس خوش گوار موسم میں ممکن ہے، ظاہر ہے کہ یہ مراسلت صدر پاکستان کی وساطت سے ہوئی ہوگی چنانچہ ۱۹۸۰ء میں وہ بہاولپور تشریف لائے اور ۱۸ تا ۲۰ مارچ، انہوں نے اسلام کے مختلف پہلوؤں پر بارہ خطبات ارشاد فرمائے جو آج، خطبات بہاولپور کے نام سے معروف ہیں۔ (۲)

بعد ازاں جون ۱۹۸۷ء میں ڈاکٹر موصوف دوبارہ صدر ضیاء الحق مرحوم کی خواہش پر ھجرۃ کانفرنس میں شرکت کے لئے اسلام آباد تشریف لائے تو اس موقع پر حکومت پاکستان نے ھجرۃ ایوارڈ (مبلغ دس ہزار روپے) اور واپسی کا ٹکٹ دینا چاہا تو انہوں نے شکریے کے ساتھ واپس کر دیئے۔ ایک اور موقع پر ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد نے ان کی سیرت پر خدمات کے اعزاز کے طور پر دس لاکھ رقم کی پیش کی تو انہوں نے یہ رقم اسی ادارے کی علمی سرگرمیوں کے لئے وقف کر دی۔ چنانچہ اسی وقت ادارہ تحقیقات اسلامی کی

لائبریری کو ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری، سے موسوم کر دیا گیا۔ ایک اور موقع پر جب ڈاکٹر مرحوم کو لاہور کے ناشروں کی طرف سے کتابوں کی رائلٹی کے سلسلے میں ایک خطیر رقم ملی تو موصوف بغیر کسی توقف کے ڈاکخانے گئے اور اسی وقت ایک طویل فہرست نکالی اور یہ سب رقم مستحقین اور حاجت مندوں کو منی آرڈر کر دی۔

سابق وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف جب فرانس کے سرکاری دورے پر گئے تو ان کے ہمراہ صحافیوں کا بھی ایک وفد تھا۔ اس موقع پر وہ ڈاکٹر حمید اللہ کی رہائش گاہ پر بھی گئے جہاں وہ مجرد زندگی گزار رہے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے ذاتی حیثیت سے خادم پیش کرنے کی بات کی تو انہوں نے شکریہ کے ساتھ اس پیش کش کو واپس کر دیا۔ تاہم ان کی درخواست پر ۲۸ تا ۳۰ اپریل ۱۹۹۲ء میں پاکستان آئے اور چند روز قیام کے دوران خطبات دیئے جن میں سے دو اہم خطبات لاہور کے الحمراء ہال اور سینٹ ہال (پنجاب یونیورسٹی) میں منعقد ہوئے جس میں راقم الحروف نے بھی شرکت کی اور وہ منظر، میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا جب لاہور کے مقتدر اہل علم ان کے سامنے بطور سامع کے ادب احترام کے ساتھ موجود تھے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم نے شادی نہیں کی اور پوری زندگی مجرد گزاردی ایک موقع پر جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو اپنی ٹی۔ بی کی بیماری کا تذکرہ کیا دوسرے یہ کہا علمی مصروفیات سے اس قدر فرصت ہی نہیں ملی کہ اس طرف توجہ دیتا، تاہم اس پر تاسف کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بہت بڑی آزمائش ہے اور میں، کسی کو اس آزمائش میں پڑنے کا مشورہ نہیں دیتا۔ (۷)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ جسمانی طور پر نہایت نحیف ونزار اور دھان پان شخصیت کے مالک تھے۔ بقول نواب مشتاق احمد اگر پھونک ماریں تو شاید اڑ جائیں لیکن ذہنی طور پر چست نہیں تقریباً اسی بیاسی سال کی عمر تک مثالی صحت کے مالک رہے ان سے ملنے والے بتاتے ہیں جہاں وہ قیام پذیر رہے ان کی رہائش چوتھی منزل پر تھی ڈاکٹر مرحوم ایک ہی سانس میں بغیر ٹھہرے اوپر پہنچ جاتے تھے۔ (۸)

سیرت و کردار

جہاں تک ان کی سیرت و کردار کا تعلق ہے ان کی زندگی اسلام کے علمی احکام کا نمونہ تھی اور وہ حقیقی معنوں میں یادگار اسلاف تھے۔ وہ شرعی محرکات سے مکمل اجتناب کرتے اور شریعت کے احکام پر سختی سے عمل فرماتے تھے۔ جس چیز کو وہ از روئے شریعت ناجائز و حرام سمجھتے، بعض تجدد پسند حضرات کی طرح

دوراز کار تاویلات کے ذریعے اس کو ثابت کرنے کی بجائے قطعاً دور رہنے اور بچنے کی کوشش کرتے مثلاً زندگی بھر انہوں نے فوٹو نہیں بنوایا ایک بار جب ان سے ٹیلی ویژن کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے تصویر کے باعث اس کو بھی غیر مستحسن قرار دیا۔(۹) ان کی زندگی کے گہرے مطالعے سے، ان کی سیرت وکردار کے مندرجہ ذیل پہلو سامنے آتے ہیں۔

استغناء و بے نیازی

دنیا سے بے رغبتی اور استغناء ان کی شخصیت کا ایک خاصہ تھی۔ جس کا اظہار ان کی زندگی اور طرز عمل سے ہوتا ہے۔ پیرس میں ایک چھوٹے سے فلیٹ میں پوری زندگی گزار دی پوچھنے پر فرماتے اگر کوئی دوسرا فلیٹ کرایہ پر لیا تو کرایہ زیادہ دینا پڑے گا۔ واضح رہے روپیہ ہی نہیں کل جائیداد اسلامک سوسائٹی کے نام وقف تھی۔ ڈاکٹر موصوف فرانس میں جس ادارے سے وابستہ رہے یقیناً اس کی آمدنی معقول تھی مگر انہوں نے نہ ذاتی رہائش لی اور نہ ہی کار بلکہ رہائش پر ٹیلی فون تک نہ رکھا۔ ان کی کتابوں کی طباعت واشاعت دنیا کی مختلف زبانوں میں کثرت سے ہوئی مگر انہوں نے کبھی اس امر کا خیال نہ رکھا کہ کتابوں کی رائلٹی مصنف کو ملتی بھی ہے یا نہیں البتہ کسی علمی ادارے یا اہل ثروت کی طرف جب بھی کوئی خطیر رقم ملی اس کو وہیں علمی سرگرمیوں کے فروغ، مساجد مدارس، دعوتی مراکز اور فی سبیل اللہ وقف فرمادیتے جہاں تک علم وتحقیق کا تعلق ہے اس پر وہ ضرور رقم خرچ کرتے تھے۔ البتہ جہاں تک ان کی ذات کا تعلق ہے وہ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کا مصداق تھے، 'الفقر فخری' فقر میرا فخر ہے۔

تواضع وانکساری

اس امر سے کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں کہ ڈاکٹر مرحوم اپنی وسعت علمی اور مطالعہ وتحقیق کی بدولت عالمی شہرت کے مالک تھے جنہوں نے درجن بھر کتب اور سینکڑوں مقالات تحریر فرمائے اس کے باوجود ڈاکٹر موصوف نے اس بات کو کبھی وجہ افتخار و برتری خیال نہیں فرمایا اور نہ ہی کبھی شعوری طور پر اپنی علمی برتری اور تفوق کا لوہا منوانے کی کوشش کی۔ ان کی شخصیت سراپا عجز وانکسار کا نمونہ تھی۔ اگر کوئی ان سے کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کرتا تو وہ نہایت انکساری اور طالب علمانہ انداز میں جواب دیتے تھے اور عموی طور پر یہ الفاظ

استعمال کرتے کہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس کا حل یہ ہے، یا یہ میری رائے ہے اس سے آپ اتفاق بھی کر سکتے ہیں اور اختلاف بھی، اس مسئلہ میں میری معلومات زیادہ نہیں ہیں یا میں اس زیادہ کچھ بتانے کے لئے اپنے کو اہل نہیں پاتا۔ ڈاکٹر مرحوم کی کسی تقریر یا تحریر میں ادعا نہیں ملتا۔

توسّع اور رواداری

آج ہم جو اختلافات اور باہمی تنازعات کا دور دورہ دیکھ رہے ہیں اس کا ایک سبب یہ ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک اپنی رائے کو حرف آخر اور دوسرے کی رائے کو غلط کہتا ہے۔ اختلاف برائے اختلاف کا معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ اپنی رائے کو غلط جانتے ہوئے بھی اس کو صحیح اور فریق مخالف کی رائے کو غلط ثابت کرنے کے لئے اپنی ساری توانائیاں صرف کر دیتا ہے۔ ڈاکٹر موصوف جن کے مبلغ علم اور وسعت مطالعہ کا سبھی کو اعتراف ہے اگر کسی مسئلہ میں سمجھتے کہ ان کی اس بارے میں سو فیصد تحقیق نہیں فوراً اعتراف کے لیتے اور معذرت بھی اور اس میں کوئی عار اور ندامت محسوس نہیں کرتے۔ ان کے اس رویے کی جھلک ان کی تقریر و تحریر میں عام ملتی ہے۔ خطبات بہاول پور کے ہر خطبے کے آخر میں سوال و جواب موجود ہیں ایک موقع پر جب انجیل برنا باس کے بارے میں سائل نے دریافت کیا تو اس کی معقول توضیح کرنے کے بعد فرمایا'' کیونکہ میرے مطالعے کا جو موضوع ہے، وہ اس سے ذرا ہٹا ہوا ہے۔ مجھے اس سے زیادہ کوئی واقفیت بھی نہیں ادب سے معافی چاہتا ہوں۔''(۱۰)

اعتدال وتوازن

ڈاکٹر حمید اللہ کی جو بات سب سے زیادہ متاثر کن رہی وہ مختلف فیہ مسائل میں ان کا اعتدال پسندانہ رویّہ اور رواداری ہے جو بدقسمتی سے ہمارے رویّوں سے عنقا ہوتی جارہی ہے۔ وہ اپنی وسعت علمی کے باوجود اپنے نظریات وخیالات کو دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ اپنی رائے نہایت مدلل اور معقول انداز میں پیش کرنے کے بعد ہر کسی کو اپنے مسلک ورائے پر قائم رہنے کا حق ہی نہیں دیتے بلکہ اپنے مسلک پر عمل کرنے کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ خطبات بہاولپور میں فرقہ واریت کے حوالے سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں'' اگر رسول اکرم ﷺ نے کوئی کام مختلف اوقات میں مختلف طریقوں سے انجام دیا ہے اور ایک گروہ

کے نزدیک مثلاً حنفی یا شافعی، ایک عمل کی روایت کے مطابق ایک بات پر عمل ہوتا ہے اور دوسرے گروہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت پر (ایک دوسری روایت کے مطابق) عمل ہوتا ہے تو ہمیں رواداری سے کام لینا چاہئے اور اس کو فرقہ واریت قرار نہ دیں کیونکہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مبنی ہیں۔ (۱۱)

خطوط کے جواب دینا

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی عادت رہی کہ خط کا جواب خواہ مختصر ہو یا طویل لکھنے والا خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہمیشہ بروقت اور باقاعدگی سے دیتے تھے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں خط کا جواب دینے میں تساہل اور تغافل عام ہوتا جارہا ہے۔ کچھ جدید ذرائع ابلاغ نے بھی اس طرف توجہ کم کردی ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ امام بخاری کی کتاب ''التاریخ الکبیر'' پڑھ رہا تھا جو محدثین کے حالات کی کتاب ہے اس میں انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ خط کا جواب دینا اسی طرح واجب ہے جس طرح سلام کا جواب دینا۔ اگر اس قول پر ہمارے زمانہ حال کے فقہاء عمل کرنا پسند کریں تو امت ان سے استفادہ کرے گی ورنہ جہاں ہماری دیگر بے شمار برائیاں ہیں ان میں یہ برائی بھی سخت ہے کہ لوگ کم ہی جواب دینا پسند فرماتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ایسی بات وہی آدمی کرسکتا ہے جو خود اس پر عمل پیرا ہو ڈاکٹر موصوف ابن عباسؓ کے اس ارشاد پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ ڈاکٹر یار محمد (سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی) جن کے ڈاکٹر موصوف سے دوستانہ مراسم رہے بتاتے ہیں کہ ڈاکٹر حمید اللہ نے مجھے خود بتایا کہ میں روزانہ چھ سے آٹھ خطوط کے جواب اپنے ہاتھ سے لکھتا ہوں اور انہیں خود ڈاک کے سپرد کرتا ہوں۔ (۱۲)۔ اس امر کی شہادت بہت سے ایسے افراد بھی دیں گے جن کو ان سے مراسلت کا اتفاق ہوا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ڈاکٹر مرحوم کے ان خطوط کا کھوج لگایا جائے اور ان کو یکجا کر کے منظر عام پر لایا جائے کیونکہ ان خطوط کی نوعیت بھی علمی اور تحقیقی ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی تصانیف پر ایک نظر

ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم السنہ شرقیہ یعنی اردو، فارسی، عربی اور ترکی کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور اطالوی زبانوں پر بھی عبور رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ چنانچہ مختلف اقوام و ادیان کے تاریخی مطالعے کی بدولت آپ کے مقالات اور تصنیفات کا علمی و تحقیقی مرتبہ نہایت بلند ہے۔ یوں تو آپ کی

کثیر التعداد تصانیف کے موضوعات کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ لیکن قرآن و حدیث، سیرت طیبہ اور فقہ و قانون پر آپ کے مقالات اور تصانیف خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔(۱۳) ذیل میں ان کی نمایاں زبانوں میں مقالات و تصنیفات کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔ ان کے مندرجات و خصوصیات کا جائزہ ان صفحات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ الگ سے ان کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

(ا) اردو تصانیف

۱۔ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی (۱۴)

۲۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی۔(۱۵)

۳۔ عہد نبوی ﷺ کے میدان جنگ۔(۱۶)

۴۔ امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی۔(۱۷)

۵۔ صحیفہ ہمام بن منبہ۔(۱۸)

۶۔ خطبات بہاولپور۔

۷۔ قانون بین الممالک کے اصول اور نظیریں۔(۱۹)

(ب) عربی تصنیفات

۱۔ مجموعہ الوثائق السیاسیة للعهد النبوی والخلافة الراشدة.(۲۰)

۲۔ هل للقانون الرومی تاثیر علی الفقه الاسلامی. (۲۱)

(ج) انگریزی تصنیفات

1. Muhammad Rasulullah. (22)
2. The first written constitution in the world. (23)
3. Introduction to Islam. (24)
4. The Battale fields of the Prophet. (25)
5. Muslim conduct of state. (26)

6. The Prophet's Establishing a state and his succession. (27)

فرانسیسی تصانیف

1. Le Prophets de l'Islam, sa vie it son oeuvre. (28)
2. La Diplomatie musulamne a l'epque du prophet at des Khalifes. (29)
3. Six Orignaux des letters diplomatiques du Prophet de l'Islam. (30)

علاوہ ازیں فرانسیسی زبان میں قرآن حکیم کا پہلا ترجمہ کرنا بھی ڈاکٹر موصوف کا ایک اعزاز ہے اس کے ساتھ ساتھ آپ کو علامہ اقبال سے جو غیر معمولی عقیدت تھی ان کے پیغام کو اہل فرانس تک پہنچانے کے لئے ان کے خطبات اور بال جبریل کا بھی ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا ہے۔

ڈاکٹر مرحوم نے بہت پہلے قرآن حکیم کی Biblo Graphy 'القرآن فی کل لسان' مرتب کی تھی جس میں دنیا بھر کی ایک سوبیس زبانوں میں قرآن حکیم کے تراجم کا تذکرہ کیا گیا تھا اور بطور نمونہ سورۃ فاتحہ کے تراجم درج تھے۔ آپ نے کئی کتابوں کے تراجم بھی کیے۔(۳۱)

متفرق مقالات

آپ کے متفرق علمی و تحقیقی مقالات بھی دنیا کی معروف زبانوں میں مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوئے اہم رسائل یہ ہیں۔

اردو میں معارف (اعظم گڑھ)، البلاغ (کراچی)، الحق (اکوڑہ خٹک، پشاور)، نقوش، رسول ﷺ نمبر (لاہور) اور اورینٹل کالج میگزین (لاہور) نیز آپ کے مقالات کا ایک بڑا حصہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی لاہور) کے مادہ ہائے احابیش بدر، بعثت، ثقیف، حلف الفضول، حنین، خندق اور خیبر کے تحت موجود ہے۔ تاہم ان مقالات کو اردو دائرہ معارف اسلامیہ نے ''سیرۃ خیر الانام'' میں یکجا کر دیا ہے۔

اس طرح آپ کے دیگر مقالات الدراسات الاسلامیہ (اسلام آباد)، اسلامک کلچر (حیدرآباد دکن) جرنل آف پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (کراچی) اور اسلامک ورکنگ ریویو میں بھی طبع ہوئے ہیں۔ کئی مقالات ترکی، فرانسیسی اور جرمن رسائل میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ مقالات جو

ابھی تک کتابی شکل میں منظر عام پر نہیں آئے انہیں جمع کیا جائے اور کتابی صورت میں منصۂ شہود پر عمل میں لایا جائے۔

آپ کی تصانیف کا اسلوب سادہ، عام فہم اور تکلف سے پاک ہے۔ واقعات سے آخر خذ واستنباط اور حقائق کی روشنی میں ان واقعات کی چھان بین کرنا آپ کے استدلال کا خاصہ ہے۔ تحقیق میں ایسی روایات قائم کی ہیں کہ جن تک پہنچنا بعد والوں کے لئے ناممکن نہ سہی مشکل ضرور ہے۔ آپ نے اسلام کی حقانیت کو مناظرانہ اور متکلمانہ انداز میں نہیں محققانہ شان سے بیان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم بھی اسلام کے ابدی پیغام کی طرف بڑی تیزی سے متوجہ ہوئے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، اشاعت ہفتم، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۲۰۰۱ء، تعارف طبع اول از عبدالقیوم قریشی، ص ۱۴،۱۰؛ نیز ملاحظہ ہو: مقبول حسین، ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی علمی و دینی خدمات (غیر مطبوعہ مقالہ ایم۔اے علوم اسلامیہ) پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۱۱۔

۲۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی علمی و دینی خدمات، حوالہ مذکور ص ۱۲؛ روزنامہ نوائے وقت لاہور بتاریخ ۱۹ دسمبر ۲۰۰۲ء۔

۳۔ اسد وحید کی زبانی (سابق طالب علم جامعہ اسلامیہ بہاولپور)

۴۔ روزنامہ جنگ لاہور، ۲۱ دسمبر ۲۰۰۲ء، ص ۶

۵۔ محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، حوالہ مذکور ص ۱۴، ۱۵

۶۔ ایضاً، ص ۱۱

۷۔ ماہنامہ الہلال لاہور میں ایک سوال کا جواب ۳۰ اپریل ۱۹۹۲ء۔

۸۔ بحوالہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی علمی و دینی خدمات، حوالہ مذکور ص ۱۵، ۱۶۔

۹۔ خطبات بہاولپور حوالہ مذکور ص ۳۴۳۔

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۹۔

۱۱۔ ایضاً، ص ۳۴۷۔

۱۲۔ ڈاکٹر یار محمد۔ بحوالہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی علمی و دینی خدمات، حوالہ مذکور ص ۳۷۔

۱۳۔ خطبات بہاولپور، حوالہ مذکور ص ۱۵

۱۴۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی میں نظام حکمرانی طبع ثالث، اردو سندھ اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۷ء

۱۵۔ ایضاً، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۸۰ء

۱۶۔ ایضاً، عہد نبوی کے میدان جنگ، اسلامی اکادمی لاہور (س۔ن)

۱۷۔ ایضاً، امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی (طبع سادس) اردو سندھ اکیڈمی کراچی ۱۹۸۳ء۔

۱۸۔ ایضاً، صحیفہ ہمام بن منبہ، ملک سنز فیصل آباد پاکستان، ۱۹۸۳ء

۱۹۔ ایضاً، قانون بین الممالک کے اصول اور نظریں، طبع حیدرآباد دکن ۱۹۳۶ء۔

۲۰. ایضا، مجموعه الوثائق السیاسیه للعهد النبوی والخلافة الراشده طبع خامس بیروت ۱۹۸۵ء

۲۱. ایضا، هل للقانون الرومی تاثیر علی الفقه الاسلامی؟ بیروت ۱۹۷۳ء

22. Muhammad Hamidullah, Dr., Muhammad Rasulullah, Kirachi 1979.

23. " The first written constitution in the world, sh. Muhmmad Ashraf, Lahore, 1975.

24. " Introduction to Islam, Sh. Muhammad Ashraf, Lahore, 1974.

25. " The Dattle fields of the Prophet, Hadarabad Dacem 1983.

26. " Muslim conduct of state, Lahore, 1977.

27. " The Prophet's Establishng a state and his succession. Islamabad. 1988.

28. " Le Prophete de l'Islam, Sa vie et son oeuvre, Paris 4th ed, 1979.

29. " La Diplomatice musulomne a l'epoqae du Prophet efdes Khalifes,

30. " Six orgginex des letters dplomatiqures du orthodoxes, Paris, 1935 Prophete at l'Islam, Paris, 1986.

31۔ خطبات بہاولپور، حوالہ مذکور ص ۱۶۔